علماء اور ائمۂ مساجد سے

چند اہم گذارشات

از:

مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

فروری ۲۰۲۶ء-شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ

نام کتاب: علماء اور ائمہ مساجد سے چند اہم گذارشات

نام مصنف: مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی

نام مرتب: ذوالقرنین قاضیا ندوی

تعداد اشاعت: ایک ہزار

صفحات: ۴۰

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ندوۃ العلماء صرف دار العلوم ہی نہیں بلکہ وہ ایک تحریک ہے، ایک فکر ہے، ایک دعوت ہے، اسی لیے شروع سے اس کے بانیوں نے اس کے مختلف شعبے قائم کیے جن کے ذریعے سے مختلف امور انجام پاتے رہے، ان ہی شعبوں میں ایک اہم شعبہ دعوت وارشاد بھی ہے، اس کے ذریعے سے الحمد للہ مختلف امور انجام پاتے رہے اور ایسا مفید لٹریچر تیار کیا جاتا رہا اور اس کی اشاعت کا نظام جاری رہا جو عوام وخواص کے لیے ضروری اور مفید ہے، الحمد للہ ادھر چند سالوں سے عملی طور پر بھی لوگوں کے اندر بیداری اور امت کے لیے دردمندی پیدا کرنے کے لیے متعدد عملی کام شروع کیے گئے اور شہر لکھنؤ سے کام کا آغاز ہوا، دار العلوم کے اساتذہ اور ملحقہ مدارس ومکاتب کے ذمہ داروں کے ذریعے یہ کوششیں شروع کی گئیں، مسجدوں کو اس تحریک دعوت وارشاد کا مرکز بنا کر الحمد للہ کوشش کی گئی کہ ہر طبقے تک بات پہنچائی جائے، چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے مکاتب کا نظام، بڑوں کے لیے درس قرآن اور خطاباتِ جمعہ، خواتین کے لیے ہفتہ واری نظام تربیت وتعلیم

پھر ضرورت مندوں کے لیے بیت المال کا قیام۔

اللہ کا شکر ہے کہ چند سالوں میں اس کے اچھے نتائج سامنے آنے لگے، اس سال اس کے سالانہ مشورے میں کارگذاریاں سامنے آئیں جن سے مسرت ہوئی اور امید بندھی، اس موقع پر راقم سطور کی قدرے تفصیلی گفتگو ہوئی جس میں اہم نکات سامنے آئے۔

رفیق گرامی فاضل سامی مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی نے توجہ دلائی کہ اس کی اشاعت ہونی چاہیے، ہمارے عزیز مولوی ذوالقرنین قاضیا ندوی سلمہ نے جو ادھر ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں، اس کو قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھایا، راقم سطور نے اس میں ضروری اصلاحات کیں پھر عزیز القدر مولوی محمد ارمغان بدایونی ندوی جو مستقل راقم سطور کی تقریریں اور دروس قلم بند کرتے رہتے ہیں، انھوں نے بھی اس کو دیکھا اور قابل اشاعت بنایا، اخیر کا مضمون بھی انھوں نے جالنہ کی حالیہ تقریر کو سن کر تیار کیا، اصل تقریر میں بھی مزید کچھ اضافے کیے گئے۔

اب یہ مکمل ایک مضمون کی شکل میں قارئین کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور بڑے خیر کا ذریعہ فرمائے اور اشاعت کی کوشش کرنے والے تمام دوستوں کو اس کارخیر میں شامل فرمائے۔ آمین!

۲۳ / شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ بلال عبدالحی حسنی ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء اور ائمۂ مساجد سے

چند اہم گذارشات

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا ونبینا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وعلیٰ من تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم إلیٰ یوم الدین أما بعد! فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: ﴿إِلَّا تَفۡعَلُوهُ تَكُن فِتۡنَةٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَفَسَادٞ كَبِيرٞ﴾(الأنفال: ۷۳) صدق اللّٰہ العظیم.

حضرات علماء کرام اور ائمہ مساجد!

ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام شعبۂ دعوت وارشاد کی طرف سے الحمد

للہ جو کام جاری ہے، اس کی یہ چوتھی سالانہ مشاورتی نشست ہے۔ اس میں آپ حضرات نے جو کارگزاریاں پیش کیں اور آپس کے مشورے بھی سامنے آئے، وہ بڑے اہم اور مفید ہیں، بلاشبہ یہ اس نشست کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اس وقت میرے سامنے جو تفصیل ہے اس سے خوشی ہوتی ہے کہ الحمدللہ 823/مساجد میں جمعہ کا خطاب ہو رہا ہے، 783/مساجد میں منظّم مکاتب کا نظام جاری ہے اور 242/مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ اسی طرح الحمدللہ خواتین کا دینی اور تربیتی اجتماع بھی تقریباً 79/مساجد میں ہو رہا ہے اور بیت المال کا نظم بھی الحمدللہ 7/مسجدوں میں قائم ہوا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام بڑا نازک ہے پھر بھی الحمدللہ یہ چیز آگے بڑھ رہی ہے۔

الحمدللہ گزشتہ سال سے جو ہمارے اختصاص کے طلبہ ہیں، خاص طور سے اختصاص فی التفسیر اور اختصاص فی الدعوہ کے طلبہ کو بھی درس قرآن کے لیے لگایا گیا ہے اور اس وقت تقریباً 52/طلبہ مختلف مساجد میں قرآن مجید کا درس دے رہے ہیں، انشاء اللہ جہاں بھی اس کی ضرورت ہوگی یہ سلسلہ ہمیں آگے بڑھانا ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ افراد کی کمی نہیں ہے، تقریباً 100/طلبہ اختصاص کے ہیں اور 250/طلبہ تکمیل

کے ہیں اور یہ سب علماء ہیں، اگر ان کو درس قرآن کے لیے لگایا جائے گا تو یہ خود بھی ان شاء اللہ تیار ہوں گے اور ملت کی ایک ضرورت بھی اس کے ذریعہ سے ان شاء اللہ پوری ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ ارادہ بھی ہے کہ اگر مزید ضرورت محسوس ہوئی تو عالمیت کے وہ طلبہ جن کے اندر یہ ذوق ہے، ان کو بھی ان شاء اللہ ہم استعمال کر سکتے ہیں۔

آپ میں سے اکثر ائمہ مساجد ہیں اور کسی شہر کی اصلاح کے لیے اور اس کو ایک صحیح رخ دینے کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ جو سب سے بڑی ذمہ داری ہے، وہ ہمارے ائمہ کی ہے اور علماء کی ہے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں قائم ہے اور الحمد للہ اس کے اثرات دنیا میں پہنچ رہے ہیں۔ ایک بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ لکھنؤ اس سے پوری طرح مستفید ہو اور یہ استفادہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ یہاں کے علماء، ملحقہ مدارس، مکاتب اور سب سے بڑھ کر دعوت وارشاد کا شعبہ جتنا سرگرم عمل ہوگا اور پھر اس کے نتیجہ میں ہمارے ائمہ حضرات یہاں سے وابستہ ہو کر جب اس مشن میں آگے بڑھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ پورے شہر کی حالت بدلے گی۔

ہمارے سامنے حالات عجیب ہیں، آپ بھی سنتے ہیں کہ کس طرح ارتداد کے واقعات پیش آ رہے ہیں، کس طرح سے ہماری بچیاں غلط رخ

کی طرف جا رہی ہیں اور ایسے واقعات پیش آ رہے ہیں جن کا تذکرہ بھی ایسی جگہ پر کرنا شاید میرے لیے مناسب نہ ہو۔ اس کے علاوہ ہمارے نوجوانوں میں جو شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں، یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے جو مسائل اور چیلنجز ہیں، ہمیں ان کو حل کرنا ہے۔ اس کی ایک بہترین صورت یہ ہے کہ ندوہ میں شعبۂ دعوت وارشاد کی طرف سے جو نظام جاری کیا گیا کہ ہر مسجد میں جمعہ کا خطاب بھی ہو، درس قرآن بھی ہو، منظّم مکتب بھی ہو اور پھر اس مسجد سے متعلق جتنے گھر ہیں اور جو لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتے ہیں یا آسکتے ہیں، ان تمام گھروں کا پورا جائزہ لیا جائے کہ ان گھروں میں کتنے بچے ہیں، کتنی بچیاں ہیں، وہ تعلیم کے لیے کہاں جاتے ہیں، کتنے محروم ہیں اور پھر کتنی بچیاں ایسی ہیں جو خطرہ میں ہیں۔ ان کی فکر کر کے بچیوں کے لیے مستقل ایسا تربیتی نظام قائم کرنا، دو دو تین تین محلوں کو جوڑ کر کہ ہماری کوئی بھی بچی کالج میں جائے، یا اسکول میں جائے، یا کہیں جائے لیکن کم از کم اس کا ایسا ذہن بنا دیا جائے کہ اسلام پر پورا اعتماد اس کے اندر پیدا ہو۔

شعبۂ دعوت وارشاد کی طرف سے اس وقت یہ کوششیں بھی کی جا رہی ہیں کہ ہر علاقے میں بیت المال کا بھی نظم ہو اور اس کی مناسب شکل

یہ ہے کہ محلے کے جو لوگ اہل خیر و اہل ثروت ہیں، وہ ایک رقم طے کر دیں مثلاً: دس ہزار روپے، یا بیس ہزار روپے، اس طرح لاکھوں روپے جمع ہو جائیں گے پھر یہ طے کیا جائے کہ ہمیں ضرورت مندوں کی مدد کرنی ہے۔ یاد رکھیے! یہ اس وقت کا ایک بڑا المیہ ہے، حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْراً." (فقر کفر تک پہنچا سکتا ہے۔)

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، حديث: ٥٠٥١)

آج یہ صورت حال جو ہمارے محلوں میں ہے کہ بعض بے چارے ایسے لوگ ہیں جن کو کھانے کے لیے میسر نہیں اور جن کو علاج کے لیے کوئی اسباب میسر نہیں۔ اب اگر ان کی فکر ہم نے نہ کی تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ظاہر ہے وہ غیروں کے آلہ کار بن جائیں گے، لوگ آئیں گے اور ان کا شکار کریں گے۔

قبل اس کے کہ خدانخواستہ یہ صورت حال پیدا ہو اور یہ بات جو آج ہمارے سامنے آ رہی ہے، اگر آج بھی ہم ہوشیار ہو جائیں اور ہم اس مرتب نظام میں شامل ہو کر طے کر لیں کہ شہر لکھنؤ کا کوئی محلّہ ایسا نہیں بچے گا جہاں یہ نظام قائم نہ ہو اور ان شاء اللہ ہم لوگ فکرمندی کے ساتھ آگے بڑھیں تو یقیناً حالات میں بہتری پیدا ہوگی۔

یاد رکھئے! آپ امام ہیں، آپ مصلّٰی پر کھڑے ہوتے ہیں، یہ کس کا مصلیٰ ہے؟ یاد رکھیے! یہ مصلیٰ نبوی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ اس مصلیٰ پر ہمیشہ امامت فرماتے رہے، خلفائے راشدین امامت کرتے رہے اور یہ امامت صرف نماز کی امامت نہیں تھی، یہ دین کی امامت تھی اور دنیا کی بھی امامت تھی۔ آپ ﷺ سے مشورہ لینے کے لیے ہر طرح کے لوگ آتے تھے اور ان کو زندگی کا سامان ملتا تھا، آخرت کی کامیابی کے راستے ملتے تھے اور مسائل کا حل ان کے سامنے رکھا جاتا تھا۔ آج ہمارے ائمہ حضرات یہ طے کریں کہ اطراف کے جتنے بھی گھر ہیں، جو اس مسجد میں نماز کے لیے آتے ہیں یا ان کو آنا چاہیے، ہم ان گھروں کا تکفل کریں گے، ان کی فکر کریں گے اور اپنے اندر ایک جذبہ پیدا کریں گے کہ کوئی گھر ایسا نہ بچے گا جہاں تک ہم نہ پہنچیں اور وہاں کے لوگوں کی خبر گیری نہ کریں۔ حقیقت میں یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ ہی ہے، آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے:

”كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ.“

(شعب الإيمان للبيهقي، فصل فى خلق الرسولؐ: ١٤٣٠)

(رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے اور لوگوں

سے ان کے حالات کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔)

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ائمہ حضرات اپنے محلے کا، صرف محلّہ ہی نہیں بلکہ اس مسجد سے متصل جتنے بھی محلے ہیں اور ان محلوں میں جو گھر ہیں، ان سب کے لیے غور و فکر کریں، احوال معلوم کریں، پریشانیوں کو بھی جانیں اور ایک کو دوسرے سے جوڑنے کی کوشش کریں۔

زکوٰۃ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلىٰ فُقَرائِهِمْ.“

(البخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسیٰ...: ٤٣٤٧)

(زکوٰۃ) مسلمانوں کے مال داروں سے لی جاتی ہے اور ان کے غریبوں کو واپس دے دی جاتی ہے۔)

یہ ہماری سب سے بڑی ذمہ داری تھی۔ ایک محلے میں ایک کروڑ پتی رہتا ہے، ایک لکھ پتی رہتا ہے اور ایک بے چارہ ایسا غریب بھی ہے کہ اس کے لیے زندگی گزارنا مشکل، اس کو بعض مرتبہ کھانے کو کچھ میسر نہیں، علاج کے لیے اسباب نہیں اور شادی کرنے کے لیے پیسے نہیں۔

امام کا کام کیا ہے؟ وہ غریبوں کو امیروں سے وابستہ کر کے ان کی ضرورتوں کو پورا کرائے اور یہ تصدیق کرے کہ ہاں! واقعتاً یہ ضرورت مند

ہیں اور سفارش کرے کہ اگر وہ ذرا سی فکر کر لیں اور اپنی ثروت کا ایک معمولی حصہ بھی اگر وہ ان ضرورت مندوں کی مدد کے لیے استعمال کر لیں تو حالات ہمارے لیے ان شاء اللہ ایسے سازگار ہوں گے کہ ہمیں اس کے اچھے نتائج دیکھنے کو ملیں گے اور ان شاء اللہ اس کا اثر پورے شہر پر پڑے گا۔

میں عرصے سے یہ چاہتا تھا کہ لکھنؤ میں ایک مثال قائم ہو جائے، پھر اس کے ذریعے سے ہم خاص طور سے ملک کے مختلف صوبوں میں جو ہمارے ملحقہ مدارس ہیں، جہاں ہمارے ندوی فضلاء ہیں، کم از کم ان تک بات پہنچائی جائے اور ندوی فضلاء سے آگے بڑھ کر میں کہتا ہوں کہ جو بھی علماء ہیں، وہ کہیں کسی مدرسہ کے فارغ ہوں، ہم ان تک اپنی بات پہنچائیں کہ آج ہمیں اپنے سماج کو کس طرح کھڑا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت جس طرح نیچے سے ہماری زمین کھسکائی جا رہی ہے، وہ ہمارے سامنے ہے لیکن میں آپ سے صاف کہتا ہوں، اگر ہم یہ طے کر لیں کہ ہمیں ٹھوس محنت کرنی ہے، زمینی محنت کرنی ہے، تھوڑا سا اپنے آپ کو دوسرے مشاغل سے کچھ وقت کے لیے الگ کر کے، ہمیں طے کرنا ہے کہ ایک ایک محلے کو ہمیں ایسا سنوارنا ہے اور ایسا بنانا ہے کہ اسلامی ماحول اور اسلامی سماج اس محلّہ سے جھلکتا ہوا محسوس کیا جائے۔

ہم لوگوں کے اخلاق کو بلند کریں، اپنے جمعہ کے خطابات میں اور اپنے درس قرآن میں، ہم لوگوں کو تعلیم دیں، عقائد کی اصلاح ایک بنیادی چیز ہے اور پھر فرائض وواجبات اور حقوق کی ادائیگی کا مسئلہ بھی کوئی معمولی نہیں، یہ بہت اہم کام ہے۔

اس وقت جس طرح ہمارے نوجوان نشہ کی طرف جارہے ہیں اور اس کے علاوہ موبائل کے ذریعہ سے طرح طرح کی برائیوں کا شکار ہو رہے ہیں، میں تو صاف کہتا ہوں، موبائل کا ایک نشہ ہے جیسے شراب کا نشہ ہوتا ہے، آج کل تو اخبارات میں واقعات آرہے ہیں، بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ موبائل نہ دیا جائے تو لوگ خودکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور موبائل میں ایسے کھیل کھیلے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں خودکشی کے واقعات آج ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

اس وقت ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ آپ صرف پانچ وقت کی نماز کے امام نہیں ہیں بلکہ آپ کو اللہ نے دینی قیادت کرنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ کو اللہ نے جو دین کا فہم دیا ہے اور یہ جو ذمہ داری دی ہے، اللہ کا بہت بڑا فضل ہے آپ کے ساتھ۔ اللہ نے آپ کو ایک نظام ساتھ جوڑا جو آپ کے لیے ان شاءاللہ صدقہ جاریہ ثابت ہوسکتا ہے۔

صحیح اسلامی نظام کو اٹھانے کے لیے اور معاشرہ کو صحیح رخ دینے کے لیے ان شاء اللہ اگر ہم میدان عمل میں آتے ہیں تو ایک ایسی راہ ہمارے سامنے آسکتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک انقلاب برپا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں، لیکن آپ کو اس کے لیے ذرا سا کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔

ابھی بات آئی کہ ماشاء اللہ ہمارے دس حلقے ہیں اور ہر ہر حلقے میں سو، سو، سوا سو، ایک سو پچیس مسجدیں ہیں، کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ اگر ہر حلقے کا ذمہ دار اور اس کے معاونین یہ طے کرلیں کہ ہمیں کسی مسجد کو نہیں چھوڑنا ہے اور مسجد والے یہ طے کرلیں کہ ہمیں کسی گھر کو نہیں چھوڑنا ہے اور کسی گھر کے بچے یا بچی کو نہیں چھوڑنا ہے، اس کے لیے الحمدللہ نظام بنایا گیا، فارم تیار کیے گئے، اس لیے کہ پورا سروے کرایا جائے تاکہ ہمیں پورا ڈاٹا معلوم ہو اور صورت حال سے ہمیں آگاہی ہو۔

ہم آرام سے سوتے رہیں، ہم دادِ عیش دیتے رہیں، اپنی زندگی کے کاموں میں لگے رہیں اور ایک قدم آگے بڑھ کر میں کہتا ہوں، ہم اپنے مدارس میں پڑھاتے رہیں، لیکن خدانخواستہ اگر ہمارے ارد گرد طوفان کھڑے ہوئے اور حالات بگڑے تو پھر ہم اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتے اور بہت دنوں تک شاید ہم اپنی حفاظت نہیں کرسکتے۔

میرے دوستو!

آج آپ کو بلایا گیا اور اس لیے بلایا گیا کہ آپ یہاں سے یہ طے کر کے جائیے کہ ہمیں ان شاء اللہ ان کاموں کو مستحکم کرنا ہے، اس نظام کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے اور یہ طے کرنا ہے کہ ہم ان شاء اللہ لکھنؤ کا نظام ایسا بنائیں گے کہ اس کے ذریعہ سے ایک مثال وجود میں آئے گی اور ایک نمونہ امت مسلمہ کا غیروں کے سامنے آئے گا۔ ان لوگوں کے سامنے آئے گا جو اسلام سے بدگمان ہیں۔ یہ کیسے ہوگا؟ اگر وہ ہمارے اخلاق دیکھیں، ہمارا طرزِ زندگی دیکھیں اور اسلام کا اجتماعی نظام ان کے سامنے آئے تو یقیناً اس کے نتیجہ میں ان کو سوچنا پڑے گا کہ جو کچھ ہم اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کہتے ہیں، کس حد تک وہ درست ہے اور کس حد تک اس میں غلط فہمیاں ہیں لیکن یہ جب ہی ہوگا جب ہم تیاری کریں اور اس کے لیے ارادہ کریں۔

مثل مشہور ہے کہ ہرن تو تیز رفتار ہونے کے باوجود چھلانگیں مار رہا ہے، تیزی سے چلتا چلا جا رہا ہے اور کچھوا سست رفتار ہے، اس کے باوجود وہ سو رہا ہے، اس کو احساس نہیں کہ ہماری منزل کیا ہے۔ آج ہمارے سامنے جو حالات ہیں، یہ اکثریت جس کے پاس وسائل ہیں، اسباب ہیں اور

بہت بڑی تیاریاں ہیں، لیکن کس تیزی کے ساتھ وہ آگے بڑھ رہے ہیں؟! افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں وہ احساس بیداری نہیں، ہمیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہمیں کس طرح اس ملک کو بھی سنبھالنا ہے۔

میں تو صاف کہتا رہا ہوں کہ اس ملک کو صرف مسلمان سنبھال سکتے ہیں، جن کے پاس نظامِ اخلاق ہے، نظامِ انسانیت ہے، دینے کے لیے ان کے پاس ایسی دولت ہے جس سے دنیا محروم ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہمیں اس کا احساس نہیں ہے۔ ہمارے علماء کو نہیں ہے، ائمہ کرام کو نہیں ہے۔ ان کو ایک خیال ہوتا ہے کہ کس طرح ہماری دنیا کی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ آپ حدیث کو یاد رکھیے، نبی ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ، وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ.“

(ابن ماجة: ٢٦٧، مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم: ٢٦٣)

(اگر کوئی اپنی تمام فکروں کو ایک آخرت کی فکر میں سمیٹ لے، اللہ اسے دنیا کی فکروں کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی دنیا کے چکر میں پڑا تو اللہ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ دنیا

کی کس وادی میں جا کر ہلاک ہو جائے۔)

اگر ہم یہ طے کرلیں کہ ہمیں تو اللہ کے دین کی محنت کرنی ہے، ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کے دین کو آگے بڑھانا ہے، ہمیں اس کے لیے نمونے قائم کرنے ہیں، ہمیں اس کے لیے سماج کو کھڑا کرنا ہے، ہمیں اس میں مسلمانوں کو تیار کر کے ایک نمونہ بنانے کی فکر کرنی ہے تا کہ دنیا دیکھے کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں اور ان کے اندر جو تعلیم کا معیار ہے وہ کیا ہے؟!

آپ لوگوں کو آمادہ کیجیے، ایک ایک گھر تک پہنچ کر کہ وہ تعلیم سے آراستہ ہوں، کم از کم جو ضروری دینی تعلیم ہے وہ ایک ایک گھر تک پہنچے، اسلام پر اعتماد بحال ہو۔ ہماری بچیوں کے اندر احساس پیدا ہو کہ اللہ نے کیسا جوہر ان کو دیا ہے۔ یہ اس وقت کی بڑی بنیادی ضرورت ہے اور آج کے حالات میں اگر خدانخواستہ ہم نے یہ فکریں نہ کیں تو نہ ہم رہیں گے اور نہ آپ رہیں گے۔

میرے دوستو اور بھائیو!

آپ کو جو بلایا گیا، آپ کو اسی لیے بلایا گیا کہ یہ احساس بیدار ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں نہ جانے کتنے ہوں گے جو ہم سے زیادہ سمجھنے والے اور ہم سے زیادہ سوچنے والے ہوں گے، لیکن یہ اجتماعی نظام

جو کھڑا کیا جاتا ہے، اللہ نے اس میں برکت رکھی ہے:

”يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ“

(الترمذی: ۲۱٦۷، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان: ۱۷۳)

(اللہ کا ہاتھ (نصرت) جماعت کے ساتھ ہے۔)

اللہ کی مدد ہے اجتماعی کاموں کے ساتھ، اب اگر اس اجتماعی نظام کے ساتھ ہم شامل ہو کر اپنی محنتوں کو اس میں لگائیں گے، اپنے درد و فکر کو ان شاء اللہ ہم اس میں لگائیں گے تو ندوۃ العلماء کے بانیوں کا اخلاص اور ان کا وہ درد بھی ان شاء اللہ ہم کو ملے گا اور اس کے ذریعہ سے یہ کام اور تیزی سے آگے بڑھے گا۔

آپ یہاں پر آئے تو یہ پیغام لے کر جائیے، یہ طے کر کے جائیے کہ جو مختلف حلقے ہیں، دس حلقے اور پھر دس حلقوں میں میرا خیال ہے کہ پھر دس دس، بارہ بارہ حلقہ بنائے گئے تاکہ بارہ، پندرہ مسجدیں ایک ایک حلقے میں ہوں اور ان کا نظام دیکھنے کا مسئلہ بھی آسان رہے۔

اگر ہر حلقہ والا یہ سوچ لے کہ ہمیں یہ کام کرنا ہے اور جو یہ دس بنیادی حلقے ہیں وہ طے کر لیں کہ ہمیں مستقل میٹنگیں کرنی ہیں، مشورہ کرنے ہیں، جس حلقہ میں ہمارا کام نہیں ہو رہا ہے، ہمیں وہاں پہنچنا ہے اور لوگوں

کو آمادہ کرنا ہے اور ان کو گویا کہ جھنجوڑنے کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ہم اسی طرح سوتے رہے تو اللہ ہی ہمارا حافظ ہے، پھر ہم خطرہ میں ہیں اور ہمارا دین وایمان بھی خطرہ میں ہے۔

میں لمبی بات کہنا نہیں چاہتا، میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے مشورہ سامنے آئے، آپ نے کارگزاریاں سنیں اور سنائیں۔ آپ یہاں سے یہ طے کیجیے کہ اب تک جو کمیاں رہی ہیں، ہم ان شاء اللہ ان کمیوں کو دور کریں اور ہم یہ طے کریں کہ اگلے سال کی ان شاء اللہ اس نشست میں لکھنؤ کی کوئی مسجد نہیں بچے گی جہاں تک ہم نہ پہنچے ہوں اور ہم یہ طے کریں کہ ہر مسجد میں ان شاء اللہ درس قرآن ہوگا، ہر مسجد میں ان شاء اللہ بچوں کے مکتب کا نظام ہوگا اور ہر مسجد میں ان شاء اللہ خطبہ جمعہ ہوگا۔ یہ ہر جگہ ایک ضروری کام ہے۔

میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور بڑی طاقت سے کہنا چاہتا ہوں، اگر خدانخواستہ آپ نے مکتب کے قیام کا کام نہ کیا تو آنے والی نسلیں خطرہ میں پڑ جائیں گی اور یہ بات میں ہر جگہ کہتا ہوں کہ آج اسکولوں میں اور کالجوں میں ہماری نسلوں کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے اور جس طرح ان کے عقیدہ پر ضرب لگائی جارہی ہے، ان کے عقیدہ کو خراب کیا

جا رہا ہے، ان کو اسلام سے دور کیا جا رہا ہے، اگر خدانخواستہ ہم نے ان کو چھوڑ دیا تو آنے والی نسل ایمان پر باقی نہیں رہے گی۔ اس کے لیے ہمارے اوپر سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم صباحی، مسائی مکاتب قائم کریں اور کوئی بھی ایسا بچہ اور بچی جو اسکول میں جا رہا ہے، اس کو ہم ان مکاتب میں تعلیم دیں اور ہر بچہ اور ہر بچی آ کر توحید کا عقیدہ سیکھے، کچھ دین کی باتیں سیکھے، نماز روزہ سیکھے، وضو کا طریقہ سیکھے تاکہ اسلام پر باقی رہے اور کم از کم ان کی ذہن سازی کی جائے۔

اسی طرح خواتین کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، جہاں انتظام ہوسکتا ہے، کسی مسجد کے ساتھ کوئی بڑا مکان یا ہال ہے، وہاں انتظام کیا جائے، درس قرآن میں وہ خواتین بھی شریک ہوں اور جہاں ایسا ممکن نہیں ہے تو الگ سے کوئی نظم کیا جائے۔

اس سے ہٹ کر میں کہتا ہوں، اس سے زیادہ بڑا کام یہ ہے کہ ہفتہ واری کاؤنسلنگ کا کام ہونا چاہیے اور ہماری وہ خواتین جو پڑھی لکھی ہیں، ہم ان تک پہنچنے کی کوشش کریں اور مزید لوگ مل جائیں گے، خواتین مل جائیں گی، ہم دو دو، چار چار محلوں کو جوڑ کر ایک جگہ پر ان کو ہر ہفتہ جمع کریں اور ان کو دین کی بنیادی باتیں بتائیں تاکہ ان کا اعتماد دین

پر بحال ہو، عقائد کی باتیں بتائیں اور ان کو وہاں آکر احساس ہو کہ ہم کن چیزوں سے اب تک محروم تھے۔

ان شاء اللہ اگر ہم نے یہ طے کر لیا تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے کیسے بہتر نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں۔

الحمدللہ ندوۃ العلماء کا یہ شعبہ دعوت وارشاد جو آج کا نہیں ہے بلکہ ندوہ جب سے قائم ہوا تب سے الحمدللہ یہ شعبہ قائم ہے اور متحرک رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ادھر شہر میں کوششیں جاری کی گئیں عملی طور پر تاکہ کام ہمارے سامنے آئے اور اللہ کا شکر ہے کہ 983/مسجدوں تک الحمدللہ کام پہنچا۔ امید ہے کہ اگلے سال تک شاید اکثر مسجدوں تک ان شاء اللہ ہم پہنچیں گے۔

ایک بات یاد رکھئے! مساجد تک پہنچنے کا ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم ان کو ندوہ سے جوڑیں بلکہ یہ ہے کہ ہم ان کو صحیح دین سے جوڑیں۔ ہم کبھی یہ نہیں کہتے کہ یہ دعوت الی الندوہ ہے، حقیقت میں یہ دعوت الی اللہ ہے، یہ دعوت الی السنۃ ہے، یہ دعوت الی السیرہ ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی جو امانت ہمارے پاس موجود ہے، یہ ادارے اس امانت کو منتقل کرنے والے ہیں۔ امانت ہمیں عزیز ہے اداروں سے زیادہ، ہم کو دین عزیز

ہے، ادارے تو دین کے خادم ہیں۔

میں نے اکثر جگہوں پر یہ بات کہی کہ ادارے رہیں یا نہ رہیں، ہمیں دین کو باقی رکھنا ہے اور دین کی بقاء کے لیے ہمیں اگر کسی ادارے پر کوئی تیشہ چلانا پڑے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں، لیکن اصل مسئلہ دین کی حفاظت کا ہے اور ہم نے محسوس کیا کہ الحمدللہ ندوۃ العلماء کا یہ شعبہ بڑا متحرک اور بڑا مفید ہے، اس کے اچھے تجربات ہیں، اس لیے یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس شعبہ سے اپنے آپ کو مربوط کر کے آپ یہ نظام اپنے یہاں جاری کریں تا کہ پورا شہر ایک ماڈل بن جائے اور ایک مثال بن جائے۔

جب یہ کام ان شاء اللہ کسی حد تک مکمل ہو جائے تو ہمارا ارادہ ہے کہ اگلے سال ملحقہ مدارس کا جو ہمارا اجلاس ہوگا، اس میں با قاعدہ اس کا ایک مکمل نظام پیش کیا جائے، چاہے Power Presentation کے ذریعے سے ہو یا اور کسی دوسری صورت میں پیش کیا جائے اور سب سے یہ کہا جائے کہ اپنے اپنے شہروں میں یہ کام شروع کریں۔ یہ اس وقت کی ضرورت ہے، ملک کی ضرورت ہے، جو حالات ہمارے سامنے ہیں، ان شاء اللہ اگر ہم نے کوششیں کر لیں تو یہ حالات بدلیں گے۔

اخیر میں ایک بات اور ہم کہتے ہیں، اس وقت دو چیزوں کی بہت

زیادہ ضرورت ہے، آپ ماشاء اللہ ائمہ ہیں، ذمہ دار ہیں، آپ لوگوں کو توجہ دلائیں، ایک بہت اہم کام ہے اسلامک اسکولوں کا قیام۔ میں فرض سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہے جہاں اسلامک اسکول قائم نہ ہو اور اطراف کے تمام مسلمان بچے اس اسکول میں آ کر تعلیم حاصل کریں۔ کوئی مسلمان بچہ یا بچی ایسی نہ رہے کہ وہ غیروں کے اسکول میں جا کر تعلیم حاصل کرے، وہاں وہ احساسِ کمتری کے شکار ہو، وہاں اس کے دین وایمان کے سودے کیے جائیں اور دھوکہ دیا جائے۔

قبل اس کے کہ خدانخواستہ یہ بات پیدا ہو، ہم خود اپنے اسکول قائم کریں، مکاتب کا جو نظام آپ کے یہاں قائم کیا جا رہا ہے، وہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ سو فیصد تو اسلامک اسکولوں کا یہ کام ابھی فوری طور پر نہیں ہوسکتا، اس لیے جو بچے غیروں کے یہاں جا رہے ہیں، وہ مسجدوں میں آ کر مکتب میں تعلیم ضرور حاصل کریں جس سے ان کے ایمان کی بقا ہے، لیکن ہمیں اب یہ کام بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھانا ہے، خدا کا شکر ہے کہ لکھنؤ میں الحمدللہ مختلف ادارے ہیں اور تنظیمیں ہیں جو کام کر رہی ہیں اور متعدد اسکول بھی الحمدللہ قائم ہوئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ کام تیزی سے آگے بڑھے گا۔

دیکھئے! یہ اسکولوں کے قیام کا جو کام ہے، یہ اپنی آنے والی نسل کے ایمان کو بچانے کا کام ہے۔ مکاتب اس کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن مکاتب تو گویا کہ پیوند لگانے والی بات ہے، بہتر یہ ہے کہ ہم اسکول ہی ایسے بنادیں کہ مکتب میں جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ وہ بچہ اسکول میں جائے تو قرآن بھی پڑھے، اردو بھی پڑھے، عقیدہ بھی اس کا درست ہو جائے اور ہمارے ملک کے قانون میں بھی اس کی اجازت دی گئی ہے۔ آپ دیکھ لیجیے، بہت سے مکاتب دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ہیں، وہ سرکاری نظام کو فالو کرتے ہیں، ہم بھی فالو کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ جو ان کی ضروری چیزیں ہیں وہ ان کو بھی وہ پڑھاتے ہیں، ان شاء اللہ ہم بھی پڑھائیں گے، پھر ہمیں پیوند لگانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لیے یہ ایک بڑا اہم کام ہے کہ آپ اسکولوں کا جال بچھادیں۔

آپ جگہ جگہ اسلامک اسکول قائم کیجیے، میں مدرسہ کا آدمی ہو کر آپ سے صاف کہتا ہوں کہ آج اس وقت سب سے بڑی ضرورت اسلامک اسکولوں کی ہے، ہمارے مدرسوں میں پڑھنے والے بچے دو چار فیصد بمشکل ہیں، غور کا مقام ہے کہ ستانوے فیصد بچے کہاں جا رہے ہیں؟ ظاہر ہے وہ ان اسکولوں میں جا رہے ہیں جہاں ان کے ایمان کا

سودا ہو رہا ہے، جہاں ان کی عزتوں کے سودے کیے جا رہے ہیں۔ اگر ان کے لیے ہم نے انتظام نہ کیا، اپنے اسکول قائم نہ کیے جن کو آج ہم اسلامک اسکول کہہ سکتے ہیں، مکمل نظام کے ساتھ اسلامی ذہن وہاں تیار کیا جائے، عقیدہ درست کیا جائے اوران بچوں کو اسلام سے وابستہ کرنے کی تدبیریں کی جائیں، یہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ یہ بات کہتے تھے کہ اگر کوئی آپ کے پاس آئے اور یہ بات کہے کہ میں ایک مسجد بنا رہا تھا، مسجد تو بن گئی لیکن ایک مینار باقی ہے اور ایک دوسرا آدمی آئے اور کہے کہ ہم اسلامک اسکول قائم کر رہے ہیں، اس کے لیے ہمیں چندے کی ضرورت ہے اور وہ چندہ مانگے تو مولانا کہتے تھے کہ میں مدرسہ کا آدمی ہوں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اسلامک اسکول قائم کرنے والے کو چندہ دیجیے۔ اگر اسلامک اسکول قائم نہیں ہوں گے تو مسجدوں کو کون آباد کرے گا؟ حاصل یہ کہ اسلامک اسکولوں کا قیام اس وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے۔

دوسری بات پیام انسانیت کی ہے، ایک طرف اپنی نسل کو بچانا، ان کے ایمان کو بچانا ضروری ہے، دوسری طرف اگر ہم نے خدانخواستہ غیروں کو، اپنے برادرانِ وطن کو — میں غیر کیا کہوں، وہ برادران وطن

ہیں، وطنی بھائی ہیں، انسانی بھائی ہیں — ہمیں ان کو نظر انداز ان شاء اللہ نہیں کرنا ہے۔ اس لیے کہ اگر خدانخواستہ ہم نے ان کو نظر انداز کیا تو پھر آگے ہمارے سامنے خطرات ہی خطرات ہیں۔

اگر پیامِ انسانیت کا کام ہم لوگوں نے نہیں کیا اور اپنے اخلاق سے لوگوں کو متاثر نہیں کیا تو نہ ہم سماج کو بنا سکتے ہیں اور نہ ہم دوسروں کو متاثر کر سکتے ہیں، نہ ہماری زندگی کے اندر وہ روشنی پیدا ہو سکتی ہے جس کی آج ساری دنیا کو ضرورت ہے۔ پیامِ انسانیت کا کام صحیح نہج پر کیا جائے، اپنی زندگی کو بنا کر، اپنے اخلاق کو سنوار کر، اپنے سماج کو نمونہ بنا کر، ہم لوگوں کے سامنے ایک ایسا راستہ پیش کریں جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔

ایک بات وہ ہے جس کا تعلق ہمارے اسلام کے تحفظ سے ہے، آنے والی نسلوں کے ایمان کی بقا سے ہے اور ایک چیز ایسی ہے جس کا تعلق یہاں کے سماج اور ماحول سے ہے، اس کا تعلق ہمارے برادرانِ وطن سے ہے جو اور دوسرے مذاہب کے لوگ ہمارے آس پاس رہتے ہیں، وہ ہندو ہوں یا کرسچن ہوں یا کسی بھی مذہب کے ماننے والے ہوں۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان سے کیا لینا دینا تو یہ ہماری بہت بڑی بھول ہے۔

ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیائے انسانیت کے لیے برپا کیا اور

صاف کہا گیا:

﴿كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾(آل عمران: ۱۱۰)

(تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے برپا کیا گیا۔)

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے اپنی دنیا الگ بسالی، کسی مدرسہ میں اپنے کو تم نے قید کرلیا، تمہیں دنیا سے کوئی مطلب نہیں، تم مدرسہ جانو، تم مسجد جانو اوراس کے بعد دنیا میں کیا ہورہا ہے، تمہارے بھائی، انسانی بھائی جو ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، یہ کس راستہ پر جارہے ہیں اور کس طرح ان کے اندر غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، اسلام کے بارے میں اور مسلمانوں کے بارے میں۔ اگر خدانخواستہ ہم نے وہ غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش نہ کی اور اس قبیلہ کو، اس قوم کو ہم نے نظرانداز کیا، وہ قوم جو آج ہم سے آشنا نہیں ہے، ہم سے پوری طرح مانوس نہیں، غلط فہمیوں کا شکار ہے تو یاد رکھیے، اپنے گھروندوں میں آپ بہت دنوں تک محفوظ نہیں رہ سکتے۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے بھی بار بار اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔

میں ایک واقعہ درجنوں دفعہ سنا چکا ہوں، بھائی عبدالرشید صاحب جب روس کے علاقوں میں گئے تو عجیب واقعہ انہوں نے سنایا، ایک بوڑھے وہاں کے کہنے لگے کہ ہندوستان والوں کو ہماری ایک وصیت

پہنچا دیجیے، پھر انہوں نے قصہ سنایا کہ ہمارا ملک جہاں بخارا ہے، جہاں تاشقند ہے، جہاں سمرقند ہے، جہاں حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند جیسا امام وقت، صوفی وقت پیدا ہوا اور سب سے بڑھ کر جہاں امام بخاری، امام ترمذی، امام مرغینانی اور کیسے کیسے مشائخ پیدا ہوئے۔

انہوں نے کہا: ہم سمجھتے تھے کہ اس ملک میں ہمیشہ اسلام رہے گا، کون ہے جو یہاں اسلام کو مٹا سکتا ہے؟ یہاں ہم نے کبھی فکر نہیں کی ان لوگوں کی جو اسلام سے مانوس نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرخ انقلاب آیا اور وہاں الحاد کی ایک فضا قائم ہوئی اور غیر معمولی سختیاں شروع ہوئیں۔

وہ کہنے لگے: ایک مرتبہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہم نکلے تو دیکھا کہ ایک جگہ آگ بھڑک رہی ہے اور وہاں پر پولیس کے لوگ کھڑے ہوئے ہیں اور عورتوں سے کہہ رہے ہیں کہ برقع اتار دو، ورنہ اس آگ میں کود جاؤ۔ انہوں نے میری بیوی کو پکڑا اور کہا کہ برقع اتارو، ورنہ اس آگ میں کود جاؤ۔ ہماری بیوی نے کہا:، برقع تو نہیں اتر سکتا، پھر ہماری نگاہوں کے سامنے انہوں نے میری بیوی کو اٹھایا اور آگ میں ڈال دیا اور وہ زندہ جل گئی۔ بیوی کے ساتھ میری اور بچیاں جو تھیں، ان سے ان لوگوں نے کہا کہ تم بھی برقع اتارو، ورنہ آگ میں کود جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ

میں نے کہا: بچیو! برقع اتار دو اور اپنے گھروں میں چلی جاؤ، ان بچیوں نے برقع اتارا اور اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آنے والی نسلیں بتائیں گی کہ شاید اب ان کے جنازے ہی وہاں سے نکلیں گے۔

پھر انہوں نے ایک عجیب جملہ کہا، انہوں نے کہا، کیا آپ جانتے ہیں یہ کیوں ہوا؟ یہ صرف اس لیے ہوا کہ ہم نے یہاں کی آبادی کو نظر انداز کیا، اپنے برادران وطن کو نظر انداز کیا، انہوں نے کہا: ہندوستان والوں سے کہہ دیجیے، اگر انہوں نے خدانخواستہ یہ غلطی کی تو وہی حالت ہو سکتی ہے۔ اللہ وہ دن نہ لائے جو حالت ہوئی ہے روس کے علاقوں میں، جہاں مسلمانوں کی ایک زمانہ میں اکثریت تھی، جہاں کی کتابیں ہمارے لیے باعث فخر ہیں اور آج بھی وہ کتابیں دنیا میں پڑھائی اور پڑھی جاتی ہیں اور قیامت تک پڑھی جائیں گی ان شاء اللہ۔

اگر خدانخواستہ اپنے بھائیوں کو ہم نے نظر انداز کیا، ان کی فکر نہیں کی تو وہی خطرات ہیں جو خطرات وہاں پیش آ چکے ہیں، جو اسپین میں پیش آ چکے ہیں، اندلس مرحوم کہیے جو آج اسپین ہے اور نہ جانے کتنے ملکوں میں اور کتنے علاقوں میں یہ واقعہ ہو چکا ہے۔

پیامِ انسانیت کا کام حقیقت میں اسی کا ہے کہ ہم غلط فہمیاں دور

کریں۔ غلط فہمیاں کیسے دور ہوں گی؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ان سے ملاقاتیں کریں، ہم مظلوموں کی مدد کریں، ہم غریبوں کے کام آئیں، ہم بیماروں کی عیادت کریں، ہم جیلوں میں جائیں، ہم ہاسپٹل میں جائیں، ہم اسکولوں میں جائیں، ہم لوگوں کی خدمت کریں اور اس طرح خدمت کر کے دلوں کو جیتیں۔

آپ تجربہ کر کے دیکھ لیجیے، کس طرح دل جیتے جاتے ہیں۔ ابھی دو چار روز پہلے کی بات ہے، ہمارے یہاں رائے بریلی میں ایک بڑا ہاسپٹل ہے اور وہاں پر ہمارے ایک مسلمان بڑے ڈاکٹر ہیں، بڑے دین دار ہیں، انہوں نے خود قصہ سنایا کہ بے چاری ایک غریب لڑکی آئی، وہ ہندو تھی اور اس کے مسائل تھے۔ کوئی اس کا پرسان حال نہیں تھا، کوئی غریب ہو تو کون پوچھتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے بس تھوڑی سی اس کی مدد کر دی، ہم اس کے تھوڑا سا کام آئے تو اس کے اندر ایک تبدیلی نظر آئی۔ وہ آکر کہنے لگی: آخر کیا چیز ہے جس نے آپ کو آمادہ کیا؟ کون تھا ہمارا یہاں ہم کو پوچھنے والا؟ ہمارے مذہب والے بھی ایک آنکھ ہمیں دیکھنے کے لیے تیار نہیں تھے اور ہمارا کام کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔ آخر کون سی بات ہے جس کے نتیجہ میں آپ سامنے آئے؟ انہوں

نے کہا کہ میں نے اس سے ایک جملہ کہا: ’’یہ تو ہمارا دین ہے جو ہم کو اس پر آمادہ کرتا ہے، یہ تو اسلام ہے، یہ ہمارے نبی کی تعلیم ہے جو ہمیں آمادہ کرتی ہے کہ ہم لوگوں کے کام آئیں۔‘‘

میرے دوستو!

یہ ضرورت ہے وقت کی کہ ہم لوگوں کی مدد کریں اور ان کے کام آئیں، اس سے انشاء اللہ ان کے دل بدلیں گے۔ یہ تو ہماری دلیل ہے، گویا کہ ہم جب خدمت کریں گے تو یہ ایک دلیل ہوگی کہ اسلام کیا ہے اور اسلام کیا سکھاتا ہے؟!

اس کے ساتھ ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہم ڈائیلاگ کریں، ہم کانفرنسیں کریں، ہم کارنر میٹنگیں کریں، ہم لوگوں سے ملاقاتیں کریں، ہم لٹریچر تقسیم کریں۔ حقیقت میں پیام انسانیت کا لٹریچر انتہائی وقیع لٹریچر ہے، مولانا علی میاںؒ کی تقریریں بڑی مؤثر ہیں۔

وی پی سنگ (Vishwanath Pratap Singh)(۱) کو حضرت مولانا سے یہ کہتے ہوئے میں نے خود سنا کہ مولانا! میں جب کوئی اسپیچ دینے جاتا ہوں تو آپ کی اسپیچ پہلے پڑھ لیتا ہوں، اس کے بعد

(۱)He was the Prime Minister of India from1989 to 1990.

میری اسپیچ کا وزن بڑھ جاتا ہے، پھر انھوں نے یہ جملہ دہرایا جو مولانا نے کہیں لکھا ہے کہ آگ کو جب کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں ملتی تو آگ اپنے آپ کو کھا جاتی ہے۔ اسی طرح یہ ظلم کہاں تک ہوگا؟ یہ ظلم جب آگے بڑھتا ہے تو ظالم ظالم کو کھاتا ہے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خیر کے راستے کھول دیتا ہے۔

دوستو اور بھائیو!

آج اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے برادران وطن سے ملیں، ہم غلط فہمیوں کو دور کریں، ہم ان کی خدمت کر کے ان کے دلوں کو جیتیں اور اسلام کی وہ صاف ستھری تصویر لوگوں کے سامنے پیش کریں، اس کی پیشانی پر ہم ہی نے دھبے ڈالے ہیں، ہم ان دھبوں کو صاف کریں۔

پیام انسانیت کا کام وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، اپنے اپنے علاقوں میں خدمت کرنا، کارنر میٹنگیں کرنا' یہ آسان کام ہے۔ کارنر میٹنگ کیا ہے؟ دس بیس لوگ کسی جگہ بیٹھ گئے، یا آپ نے ان کو چائے پر بلا لیا، ان ہندو نوجوانوں کو جن سے ذرا بھی کچھ روابط ہیں، آپ نے کہا کہ اپنے بھائی کو لے آنا، اپنے دوست کو لے آنا، ذرا چائے پر بیٹھیں گے، ذرا بات کریں گے۔

بھائیو!

ہم لوگ سب اسی ملک کے رہنے والے ہیں، ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ہم سب کے خون کا رنگ ایک ہے، ہم سب کی جو انسانی ضروریات ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہمیں اس سلسلہ میں ایک ہونے کی ضرورت ہے۔ ہم ایک ہو کر رہیں گے تو ہمیں زندگی کا مزہ آئے گا اور اگر ہم الگ ہو گئے تو ہم سب کے لیے بھی خطرہ ہے اور اس ملک کے لیے بھی مسائل کا سامنا ہے، اس لیے ہم یہ کوشش بھی کریں، اس سلسلہ میں بھی ہم قدم آگے بڑھائیں۔ جگہ جگہ پیامِ انسانیت کا کام بھی ہونا چاہیے۔

میں یہ بات کہتا ہوں کہ اس کام کے دو پہیے ہیں: ایک تو رفاہی کام، دوسرے نظریاتی محنت اور ذہن سازی کا کام۔

نظریاتی جو کام ہوتا ہے یعنی لٹریچر کی تقسیم، وہ آپ یہاں سے لے جایئے، پیام انسانیت کا دفتر سے لٹریچر لے جایئے۔ حضرت مولانا کی تقریروں کا مجموعہ مثلاً: ''محبت سے جینا سیکھیے'' ''پیار و محبت کی باتیں'' ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو اثر انداز ہوتی ہیں۔ آپ کے محلّہ کے جو سربرآوردہ برادران وطن ہوں، ان تک آپ لے جایئے، ان کو پہنچایئے، پھر ان سے رائے لیجیے اور کہیں

کارنر میٹنگیں کیجیے۔

رفاہی کام میں یہ چیزیں شامل ہیں کہ کہیں پانی پلا دیجیے، کہیں چائے پلا دیجیے، کہیں کچھ کمبل تقسیم کر دیجیے۔کوئی لمبے پیمانے پر کرنے کی ضرورت نہیں۔کبھی ہاسپٹل چلے جائیے اور کسی کا حال پوچھ لیجیے۔ یہ کام ایسے ہیں آپ دیکھیں گے اس کا ان شاء اللہ ایسا اثر پڑتا ہے کہ لوگوں کے ذہن بدل جاتے ہیں۔

یہ چند بنیادی باتیں ہیں جو میں نے آپ سے عرض کیں۔ اصلاحِ معاشرہ کے جو کام آپ کے ذمہ کیے گئے ہیں، پانچ کام، وہ سارے کام بنیادی طور پر ہمیں کرنے ہیں۔اس کے ساتھ یہ دو کام جو میں نے آپ سے عرض کیے ہیں، اگر آپ کے یہاں یہ کام ہو رہے ہیں تو آپ ان کرنے والوں کی مدد کیجیے اور آگے بڑھئے۔ان شاء اللہ اگر یہ چند کام ہم نے کر لیے تو ایک مثالی نمونہ ہمارے سامنے آئے گا اور جو خطرات ہیں وہ ان شاء اللہ اس کے ذریعہ سے اس طرح دور ہوں گے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔لوگ تو مایوسی کی باتیں کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ لوگ کام نہیں کرتے بلکہ مایوسی کی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت مولانا علی میاںؒ ایک بات کہتے تھے، اس ملک کو اسپین

بنانے کا پورا نقشہ تیار ہے لیکن اگر ہمارے علماء کھڑے ہو گئے اور انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہمیں پوری طرح سے حفاظت دین کا کام کرنا ہے تو کوئی طاقت اس ملک کو اسپین نہیں بنا سکتی، لیکن ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور مایوسی کی باتیں کرتے رہیں تو پھر کوئی کام ہونے والا نہیں۔

بس یہ چند ضروری باتیں تھیں، میں ضروری سمجھتا تھا کہ آپ تک ان کو پہنچایا جائے، اس لیے میں نے عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ ہم ایک درد کے ساتھ جائیں، ایک فکر لے کر جائیں، یہ ساری محنتیں اس لیے ہیں تا کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو۔ ہم نبی ﷺ کے دین کے لیے اپنی جان کھپائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوگا اور ہمارے لیے راستے کھولے گا۔ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت: ٦٩)

(اور جو بھی ہمارے لیے جان کھپائیں گے تو ہم ضرور ان کے لیے اپنے راستے کھول دیں گے۔)

میں نے شروع میں آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی:

﴿إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

(الأنفال: ٧٣)

(اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جائے گا۔)

اس میں اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر آپ کام نہیں کریں گے تو زمین میں بگاڑ پھیل جائے گا، یہ بات کس نے کہی؟ اللہ تعالیٰ خطاب کر کے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس وقت کہہ رہا ہے، جب ان کی تعداد بہت کم تھی لیکن یہ کہا جا رہا ہے کہ تم نے اگر بیڑا نہ اٹھایا اور یہ کام جو بتائے جا رہے ہیں تم نے نہ کیے تو زمین میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور فساد پھیل جائے گا۔

اس وقت ہمارے سامنے تقریباً وہی صورت حال ہے، آپ سب نائبین انبیاء ہیں، اللہ نے آپ کو مقام دیا ہے، آپ اگر خدانخواستہ بیٹھے رہے اور آپ نے اپنی ذمہ داری محسوس نہ کی تو یاد رکھیے! اس بگاڑ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس لیے ہم ان شاء اللہ عزم و حوصلہ کے ساتھ جائیں گے، کام کریں گے، اللہ ہم سے راضی ہو گا، اللہ تعالیٰ اس ملک کی بھی حفاظت کرے گا اور یہاں کے رہنے والوں کی بھی حفاظت کرے گا اور یہ حفاظت کا کام سب سے بڑھ کر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کر سکتے ہیں لیکن اسی ترتیب کے ساتھ، اسی نظام کے ساتھ جو آپ کے سامنے رکھا گیا۔

کرنے کے سات کام

اس وقت امت کی صفوں میں ایک انتشار برپا ہے، لوگوں کا ایمان خطرہ میں ہے اور ارتداد کی ایک عام فضا ہے۔ ان حالات میں سب سے بڑھ کر ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ خاص طور پر آنے والی نسل کی ہم حفاظت کریں۔ اگر اس کے لیے چند اہم اور ضروری نکات کو سامنے رکھ کر کام کیا جائے تو ان شاء اللہ بڑی آسانی ہوگی۔ مناسب یہ ہے کہ ان کاموں کے لیے مسجدوں کو سینٹر بنایا جائے۔ وہ کام یہ ہیں:

1- جمعہ کے خطابات پر زور دیا جائے اور اس کے لیے باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔ ان خطابات میں ایسے موضوعات کو لایا جائے جو اس وقت لوگوں کی ایک ضرورت ہے۔ ان بیانات سے عقائد کی اصلاح ہو، عبادات کی طرف رغبت پیدا ہو، سماج کے مہلک امراض کی نشان دہی ہو، ان سے بچنے کا حل اور تدابیر بھی بیان کی جائیں اور ان کے نقصانات بھی سنائے جائیں تاکہ لوگوں میں ایک احساس پیدا ہو۔

ان خطابات کا وقت بھی بہت طویل نہ ہو، لیکن گفتگو ایسی جامع اور مفید ہونا چاہیے جس میں ہر ایک کے لیے نفع کا سامان ہو۔

2- ہفتہ واری درس قرآن اور درس حدیث کا نظام بنایا جائے اور ان دروس میں بھی وقت کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ درس قرآن میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ پھر ۳۰/ویں پارہ کی آخری دس سورتوں کا انتخاب ہونا چاہیے جو عام طور پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان سورتوں کا انتخاب مفید ہے جن میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ درس میں ان باتوں کو لانا مفید ہوگا جن کا تعلق سماج کی اصلاح سے ہے۔

3- ہر علاقے میں چار یا پانچ محلوں کو جوڑ کر ایک کاؤنسلنگ سینٹر قائم کیا جائے اور وہ بچیاں اور نوجوان لڑکیاں جو کالجز یا یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتی ہیں، یا وہ کہیں ملازمت کرتی ہیں، ان سینٹرز سے ان کو جوڑا جائے اور ہفتہ واری پروگرام منعقد کیے جائیں تاکہ وہاں ان کی صحیح تربیت کا انتظام کیا جائے اور دین پر ان کا اعتماد بحال ہو سکے۔ ہفتہ واری دینی اجتماعات کا سلسلہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

4- ہر علاقے کے اندر مساجد میں مکاتب کا ایک جال بچھا دیا جائے۔ جو بچے اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں یا جو بچے اور چھوٹی بچیاں کسی اسکول یا مدرسہ میں نہیں پڑھتے، ان سب کے لیے مسجد میں مکتب کا نظام قائم کیا جائے۔ وہاں ان کو قرآن مجید پڑھایا جائے، اردو پڑھائی

جائے، ان کا کلمہ درست کرایا جائے اور دین کی ضروری معلومات دی جائیں تاکہ مسلمانوں کی نسل نو دین کی ضروری تعلیم حاصل کر سکے۔

5- علاقائی سطح پر ایک بیت المال کا قیام بھی موجودہ حالات میں ایک مفید عمل ہے۔ یہ کام بڑا نازک ہے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ ملت کی ایک ضرورت ہے۔ اس وقت بہت سے گھروں کا حال یہ ہے کہ فقر و فاقہ کی وجہ سے ان کا ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ بیت المال وسیع پیمانے پر قائم نہ کیا جائے بلکہ دو چار محلوں کو جوڑ کر وہاں کے اہل ثروت سے پانچ پانچ، دس دس ہزار روپیہ کی رقم لے کر جمع کر لی جائے۔ اگر اس میں یہ طے کر لیا جائے کہ ایک سال تک پانچ ہزار یا اس سے زیادہ رقم ہر مہینے جمع کی جاتی رہے گی تو اس طرح ایک بڑی رقم بیت المال میں جمع ہو جائے گی، پھر اس کے ذریعہ سے ضرورت مندوں کو قرض دیا جائے اور اس کی ادائیگی کے لیے دو لوگوں کو بطورِ ضامن مقرر کیا جائے اور یہ نظام بھی بنایا جائے کہ ماہ بہ ماہ یا سال دو سال کی مدت میں قرض کی یہ رقم واپس ہوتی رہے گی اور اگر کسی صورت میں رقم واپس نہ مل سکے تو زکوٰۃ کی مد سے اس کو پورا کر لیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ رقم بڑھتی جائے گی اور لوگوں کی بے شمار ضرورتیں آسانی سے پوری ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ یہ طریقہ لوگوں کے لیے غیر معمولی نفع بخش ہوگا اور ان

کے ایمان کی سلامتی کا ذریعہ بھی ثابت ہوگا۔

6- ہر شہر اور ہر علاقے میں تحریک پیام انسانیت کا کام بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر اس ملک میں ہم نے اپنے برادرانِ وطن کو نظر انداز کیا تو ہم بہت دنوں تک امن کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہماری تمام دینی سرگرمیوں، مکاتب و مدارس اور مساجد کے لیے اس کی حیثیت بنیاد کی ہے۔ اس کام کی دو اہم بنیادیں ہیں: یہ کام نظریاتی سطح پر ضروری ہے اور رفاہی سطح پر بھی۔ نظریاتی طریقہ پر کام گویا ہمارا ایک دعویٰ ہے اور رفاہی کام اس کی عملی دلیل ہے۔ اس ملک کے موجودہ حالات میں یہ بڑا مفید عمل ہے۔ ان شاء اللہ اس کے ذریعہ حالات سازگار رہوں گے اور غلط فہمیاں بھی دور ہوں گی۔

7- ہر علاقے میں اسلامک اسکولز قائم کیے جائیں۔ اس کے بغیر نئی نسل کو ایمان پر باقی رکھنا آسان کام نہیں ہے، اس لیے کہ ایک بڑی تعداد اسکولوں ہی میں تعلیم حاصل کرتی ہے اور وہیں کے ماحول اور کلچر سے متاثر ہوتی ہے۔ منظّم طور پر اسلامک اسکول کا قیام بھی ضروری ہے۔

اگر ان چند بنیادی کاموں کی طرف توجہ کر لی گئی تو ان شاء اللہ حالات بدلیں گے اور ہماری نئی نسل میں دین پر اعتماد بہ حال ہوگا۔ ضرورت ہے کہ ہر علاقے میں ایک ایک گھر کا سروے کیا جائے اور ان چند نکات کو سامنے رکھ کر کام شروع کر دیا جائے۔